عکسی

خطبۂ استقبالیہ

بارہواں اجلاس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ احمد آباد

از

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وسابق صدر مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل

پیش کش

مفتی ندیم احمد حفظہ اللہ

صدر و مفتی الفلاح انٹرنیشنل فاؤنڈیشن

اسلام اور مسلمانوں کا مستقبل

الفلاح انٹرنیشنل فاؤنڈیشن

www.afif.in

Al Falah International Foundation

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الرَّسُوْلِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَعَلٰی کُلِّ مَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ہ

جناب صدر، باوقار و معزز حضرات علمائے کرام، رہنمایانِ قوم و ملت اور مسلمان بھائیو!

آج کے اس بابرکت اور پُرمسرت اجلاس میں، تمام مسلمانانِ گجرات خصوصًا اہالیانِ احمد آباد اور اراکینِ مجلسِ استقبالیہ کی طرف سے آپ تمام حضرات کا خلوص دل سے خیر مقدم کرتا ہوں۔ اَھْلًا وَسَھْلًا وَمَرْحَبًا۔

آج کا دن ہمارے لئے مسرت و سعادت کا دن ہے کہ ملتِ اسلامیہ ہند کی مقتدرا اور رہنما ہستیوں اور علماء و قائدین کے اس کاروان نے ہماری سرزمین کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے نوازا ہے ؎

کلاہ گوشۂ دہقاں بہ آفتاب رسید
کہ سایہ برسرش انداخت چوں تو سلطانے

ساتھ ہی صمیمِ قلب سے شکرگذار ہوں کہ آپ حضرات نے اپنی گوناگوں اور قیمتی مصروفیتوں اور گراں قدر ذمہ داریوں سے وقت نکال کر یہاں تشریف آوری کی زحمت گوارا فرمائی، اور سفر و موسم کی صعوبتوں اور عمر و صحت کے تقاضوں اور کاموں کے تنوع کے باوجود ہمیں میزبانی کا شرف عطا فرما کر اجلاس کی رونق کو دوبالا فرمایا حق تعالیٰ آپکی اس تشریف آوری کو ہندوستان کی

اُمّتِ مسلمہ کیلئے مفید سے مفید تر بنائے (آمین)

محترم حضرات ! اس وقت ہم جس سرزمین پر جمع ہیں اسکا بھی کچھ ذکر ہوجائے یہ ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سرزمینِ گجرات کو بہت سی خوبیوں اور امتیازی اوصاف سے نوازا ہے، گجرات صدیوں تک علم وفن کا مرکز، اربابِ ہنر کا گہوارہ، ارشاد وتلقین کا سرچشمہ، اقتصادی زندگی کی شہ رگ اور ایک سرگرم تجارتی منڈی رہا تھا، روحانی اور مادّی زندگی کی ساری نعمتیں یہاں جمع ہوگئی تھیں، بعض اعتبار سے تو قرون وسطیٰ کی تاریخ میں اسکو پورے ملک میں ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی، ہندوستان کا یہی وہ علاقہ تھا جس کے سرسبز پہاڑوں پر سب سے پہلے مسلمانوں کی نگاہ پڑی تھی۔ ارضِ ہند سے عربوں کے تعلق کی ابتدا ر حقیقۃً اسی خطّہ زمین سے ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں مسلمانوں نے سواحلِ گجرات پر قدم رکھا، کوئی تعجب نہیں کہ کچھ صحابہؓ بھی یہاں آئے ہوں اور اس سرزمین میں آسودۂ خواب ہوں، مورّخ شہیر حضرت مولانا حکیم سیّد عبدالحیٔ حسنی رحؒ "یادِ ایّام" میں تحریر فرماتے ہیں "یہ تاریخی واقعہ ہے کہ ۱۵ھ میں (یعنی جناب رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے رحلت فرمانے کے صرف پانچ سال بعد) فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحرین و عمان کی حکومت پر عثمان بن ابی العاص ثقفی رضؓ کو نامزد فرمایا، جن کا شمار صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تھا، انھوں نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کے ساتھ اپنے بھائی حکم بن ابی العاصی رضؓ کو بحرین کی حکومت پر نامزد کرکے حکم دیا کہ وہ ہندوستان پر فوج کشی کریں، حکم رضؓ نے کشتیوں کے ذریعہ سے دریائی سفر کی سخت منزلیں طے کیں، اور اپنی فوج کو لئے ہوئے سب سے پہلے سواحلِ گجرات پر قدم رکھا۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ ہندوستان کی سرزمین میں سب سے پہلے گجرات کو یہ شرف حاصل ہوا کہ اس خدائے یکتا پر ایمان لانیوالوں

کا اوراسی ایک ہستی کو وحدہٗ لاشریک لہٗ جاننے اوراسی کو قادرِ مطلق اور مصرّف الامور ماننے والوں کا پاک قدم پہلے اسی سرزمین پر پڑا۔ اور اسی سرزمین کے دشت وجبل ہندوستان میں سب سے پہلے اللہ اکبر کے نعروں سے گونجے، اس حملہ میں جن سعادتمندوں کو مرتبۂ شہادت نصیب ہوا، ان میں غالباً وہ انفاسِ قدسیہ بھی تھے جنھوں نے حضرت رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا جمالِ جہاں آرا دیکھا تھا، اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پاکیزہ صحبت اور روحانی تعلیم سے بھی مستفید ہو چکے تھے، ان فدائیانِ اسلام کی قدسی صورتیں اسی سرزمین کے آغوشِ محبّت میں گنجِ بے رنج کی طرح مدفون ہوئیں اگرچہ ہمکواس کنزِ مخفی کا پتہ نہیں ہے مگر یہ یقینی ہے کہ بمبئی اور بھروچ کے گردو نواح میں یہ خزانہ سپردِ خاک ہوا ہوگا (یادِ ایام ص۴۵-۴۴)

حضرت عمرؓ کے بعد یہ علاقہ عربوں کی توجہ کا مرکز بن گیا تھا ۱۵۹ھ میں عبّاسی خلیفہ نے یہاں جو فوج بھیجی تھی اس میں ابوبکر ربیع بن صبیح بصریؒ بھی شامل تھے، وہ نہ صرف تابعی تھے بلکہ حدیث کی پہلی کتاب انھوں نے ہی تیار کی تھی، ان کے حلقۂ تلامذہ امام سفیان ثوری، امام عبدالرحمٰن بن مہدی، امام وکیع بن جرّاح اور امام علی بن عاصم جیسے ائمۂ فن شامل تھے۔ اسطرح گجرات میں علمِ حدیث کی داغ بیل ایسی مبارک ہستی کے ہاتھوں پڑی جن کے خرمنِ کمال کے خوشہ میں اس عہد کے مشاہیر علما رہتے، دہلی کا مرکز حدیثِ گجرات کے بہت بعد منصّۂ شہود پر آیا، شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ نے ابھی اپنی مسندِ درس نہیں بچھائی تھی کہ گجرات علمِ حدیث کا مرکز بن چکا تھا، صحیح بخاری کی دو شرحیں جو غالباً ہندوستان میں بخاری کی سب سے قدیم شرحیں ہیں، اسی سرزمین پر لکھی گئی تھیں، یہاں علامہ شمس الدین سخاوی اور علامہ ابنِ حجر مکّی وغیرہ کے تلامذہ نے علمِ حدیث کی ترویج واشاعت میں اپنی زندگیاں گذار دی تھیں، یہاں کی درسگاہیں اور خانقاہیں، ہندوستان

ہی نہیں بلکہ بیرونِ ہند سے تشنگانِ علم ومعرفت کو کھینچتی تھیں، سولہویں اور سترہویں صدی میں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دینی اور ثقافتی زندگی کا مرکزِ ثقل گجرات کی طرف منتقل ہوگیا ہے اور شاید ہی کوئی دینی یا علمی شعبہ ایسا ہو جس کے متبحّر عالم یہاں موجود نہ ہوں، علمِ حدیث کی سرگرمی کے ساتھ ساتھ یہاں فقہ میں بھی شاندار کارنامے انجام پائے تھے، روحانی خانوادے بالخصوص چشتیہ، سہروردیہ، مغربیہ، شطاریہ سلسلوں کی عظیم الشان خانقاہیں اور جماعت خانے یہاں قائم ہوئے اور یہاں سے ملک کے دوسرے علاقوں میں ان کے ذریعہ سلسلوں کا دورِ تجدید واحیاء شروع ہوا، موّرخوں نے گجرات کے اقتصادی خوش حالی، اس کی عمارتوں کی خوبصورتی اور اس کی صحت بخش آب وہوا کی تعریف کی ہے، اس کی بندرگاہوں نے تمام ایشیائی ممالک سے رشتے قائم کرلئے تھے، ہندوستان کے حاجیوں کے قافلے اسی سرزمین سے گذرتے تھے۔ (جناب پرفیسر خلیق احمد نظامی صاحب)

اسلامی فتوحات سے قبل ہندوستان کے جس علاقہ سے عرب سب سے زیادہ متعارف تھے وہ گجرات تھا، عرب سیّاحوں اور جغرافیہ نویسوں نے اس کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ مسعودی م سنہ ۳۴۶ھ / ۹۵۷ء۔ "مروج الذہب ومعادن الجوہر" میں گجرات کے راجہ بلہرا کے متعلق لکھتا ہے:۔ سندھ اور ہندوستان کے راجاؤں میں راجہ بلہرا کی طرح مسلمانوں کو اور کسی حکومت میں عزّت حاصل نہیں ہے، اسلام اس راجہ کی سلطنت میں محفوظ اور معزّز ہے، اس کے ملک میں مسلمانوں کی نماز پنجگانہ کی مسجدیں اور جامع مسجدیں ہیں جو آباد ہیں، گجرات کے راجہ نے عرب تاجروں کے لئے جو ساحلی علاقوں میں بس گئے تھے، مسلمان قاضی مقرر کئے تھے، جو ہنرمن کہلاتے تھے، تاریخی شہادتوں سے ثابت ہے کہ گجرات میں مسلمانوں کا سیاسی اقتدار قائم ہونے سے پہلے

مسلم آبادی اوراس کے ثقافتی ادارے وجود میں آگئے تھے (ایضاً)

محترم سامعین ! اس شہر احمد آباد کی بنیاد سلطان احمد شاہ نے ڈالی، اس کی تعمیر کا آغاز ذوالقعدہ ۸۱۳ھ میں اور تکمیل ۸۱۶ھ میں ہوئی، چارسو پچاس اور ایک روایت کے مطابق پانچسو عالیشان مسجدیں بنائی گئی تھیں، جو دُور دُور سے سنگ خارا لاکراس کے ذریعہ تعمیر کی گئی تھیں، یہاں کے مدارس، مساجد اور خانقاہیں پورے ملک میں شہرت رکھتی تھیں، ابوالفضل لکھتا ہے کہ احمد آباد میں ایک ہزار مساجد ہیں، جن کے مینار اور کتبے بے حد شاندار اور دلکش ہیں، اس کا خیال تھا کہ احمد آباد کی زینت کا سبب اس کی مساجد ہی تھیں، یہاں کے مدارس صدیوں تک تشنگانِ علم کی پیاس بُجھاتے رہے، محمود شاہ اوّل کے زمانہ میں یہاں متعدد " مدارس بہشت آگین " قائم کئے گئے تھے۔

حضرت مولانا وجیہ الدین علویؒ کا مدرسہ مدتوں درس وتدریس کا مرکز رہا، اور ملک کے بڑے بڑے عالم یہاں علمی پیاس بجھانے کیلئے آتے رہے، ان مدارس میں طلباء کو وظائف کثیر تعداد میں ملتے تھے اور انکے کھانے اور رہنے کیلئے حیرت انگیز سہولتیں فراہم کی گئی تھیں، اس سلسلہ میں عثمان کا مدرسہ، خان سرور کا مدرسہ، سرخیز کا مدرسہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ہندوستان کی کوئی علمی تاریخ اس کو نظر انداز نہیں کرسکتی، احمد آباد کا حوض قطب (جواس وقت کا نکریہ کہلاتا ہے) ہندوستان کا سب سے بڑا حوض تھا۔

محترم حضرات ! یہ تو گجرات اور احمد آباد کی تاریخ ماضی کے چند اوراق آپ کے سامنے پیش کئے، اس وقت صوبہ گجرات کے مختلف حصوں میں بحمداللہ تعالیٰ بڑے بڑے علمی ودینی مدارس اور ادارے موجود ہیں، البتہ شہر احمد آباد میں مدتوں کے جمود وتعطل کے

بعد پچھلے چند سالوں سے پھر علمی ادارے وجود میں آرہے ہیں، جن میں سے ایک مدرسہ عربیہ اسلامیہ جوہاپورہ ہے جس کے صحن میں اِس وقت ہم اور آپ جمع ہیں، یہ نومولود ادارہ پچھلے ڈھائی سال سے وجود میں آیا ہے اور بحمداللہ تعالیٰ صوری ومعنوی ترقی کی راہوں پرگامزن ہے اور اپنی علمی ودینی خدمات کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں اپنا مقام بنارہا ہے، اس کے علاوہ دوسرا جامعہ فیضان القرآن "پترے والی مسجد" ہے جہاں مجلس استقبالیہ کا دفتر قائم ہوکر اجلاس ہٰذا کی پیشگی تیاریوں میں مصروف رہا، جس کی بنیاد ایک ولی صفت بزرگ حضرت مولانا فضل احمد صاحب دامت برکاتہم نے ڈالی، جس کی ۲۶ شاخیں شہر احمدآباد میں قرآن پاک کی خدمت میں مصروف ہیں اور خود جامعہ فیضان القرآن میں ۳۲۵ طلبہ مقیم ہیں جنکو حفظ و ناظرہ، تجوید اور فارسی کی معیاری تعلیم دی جارہی ہے اور پچھلے سالوں میں ۸۰ حفاظ کرام قوم کی خدمت میں پیش کرچکا ہے۔

بزرگانِ محترم ! ہمارا فرض ہے کہ ماضی کے تجربوں سے مستقبل کیلئے سبق لیں اور حال کے سرمایہ سے استقبال کے لئے توشہ فراہم کریں، ہم اس آزاد مملکت میں باعزت شہری بن کر رہیں یا پسماندہ، ازپاافتادہ، خود فراموش ومعاذ اللہ خدا فراموش بنکر زندگی گزاریں یہ ہمارے فکر صحیح، بیدار مغزی اور ہمارے عمل وکردار پر موقوف ہے، کوئی بھی صحیح الحواس پسماندگی کو پسند نہیں کرسکتا، ہر ایک سلیم الفطرت پسماندگی کی ذلّت کو موت سے بدتر سمجھتا ہے، مگر محترم حضرات جب تک سعئ پیہم اور جدوجہد کی لَو روشنی نمایاں نہ ہو پسماندگی کی تاریکی کو چھانٹا نہیں جاسکتا، پسماندگی، ظلمت وتاریکی ہے، اور جدوجہد، نور اور روشنی، جب بھی کوشش اور سعئ پیہم کی روشنی دھیمی پڑتی ہے پسماندگی کی

تاریکی اُبھر آتی ہے، آپ اگر پسماندگی کی تاریکی ختم کرنا چاہتے ہیں تو صراطِ مستقیم پر جد وجہد کی روشنی تیز کر دیجئے، دنیا کا کام ہو یا دین کا، اجتماعی ہو یا انفرادی ہر ایک کے لئے قانونِ قدرت یہی ہے لیس للانسان الا ما سعیٰ (انسان کو صرف وہی ملتا ہے جو اپنی کوشش سے حاصل کرے) آج کے اس اجتماع میں ہمارے غور وفکر کا بنیادی نقطہ یہی ہونا چاہئے کہ ہمارا عمل اور کردار کیا ہو؟ دینی لحاظ سے جو پستی ہم میں ہے یا دنیاوی پسماندگی جو موجود ہے یا جس کے دامنگیر ہونے کا خطرہ ہے اس کے دفع کرنے کی تدبیریں کیا ہوں؟ قوّتِ عمل کس طرح متحرک ہو؟ اور جذبات خوابیدہ کسطرح بیدار ہوں۔؟

محترم حضرات ! ہمارے ملک کا دستور جمہوری اور سیکولر ہے، اس میں اپنے علوم، اپنے مذہب، اپنی روایات، اپنی تہذیب اور اپنے کلچر کی حفاظت ہمارا حق ہے اور ہمارا فرض بھی، اور اس فریضہ کو ہمیں ہی انجام دینا ہے، سیکولر جمہوریہ کا امانتدارانہ فریضہ یہ ہے کہ وہ ہماری کوشش میں رکاوٹ نہ ڈالے۔

افتراق اور فرقہ وارانہ منافرت جو آج پائی جارہی ہے یہ اُن زہریلے جراثیم کا نتیجہ ہے جو انگریز نے خاص قسم کی تعلیم اور ڈپلومیسی سے ہندو اور مسلمانوں کے دماغوں میں پیوست کئے تھے، پنجاب ایگزکٹو کونسل کے بہت پُرانے ممبر سر جان میلنا رڈ نے خود اقرار کیا تھا کہ " شجر علم کا پھل چکھنے سے پہلے عوام میں مذہبی افتراق کا احساس نہ تھا" نیز یہ کہ " ہندو مسلمانوں کے مابین عام مخالفت برطانیہ کے عہد میں شروع ہوئی (ان ہیپی انڈیا، لالہ لاجپت رائے)

انگریز سے پہلے ہندوستان پر بھی ایک نظر ڈالئے ....

سترہویں صدی عیسوی کے مشہور سیاح ایلگزانڈر ہملٹن نے سندھ

کے پرانے شہر ٹھٹھہ کے متعلق لکھا تھا کہ " یہاں ریاست کا مسلّمہ مذہب اسلام ہے لیکن ہندؤں کے ساتھ مذہبی رواداری پورے طور سے برتی جاتی ہے، وہ اپنے برت رکھتے ہیں اور تہواروں کو اسی طرح مناتے ہیں جسطرح پہلے زمانہ میں مناتے تھے جبکہ راج خود ہندؤں کا تھا" آگے چل کر لکھا ہے " صرف بنیوں کے ۸۵ فرقے ہیں اور اگرچہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے لیکن آپس میں مل جُل کر رہتے ہیں، پارسی بھی ہیں اور وہ اپنے رسوم مذہب زردشت کے بموجب ادا کرتے ہیں، عیسائیوں کو پوری اجازت ہے کہ وہ گرجے بنائیں اور اپنے مذہب کی تبلیغ کریں" الخ ۔ مختصر یہ کہ فرقہ واریت جسکا رقص برہنہ آج ہر امن پسند شہری اور ملک کے ہر ایک خیر خواہ کو پریشان کئے ہوئے ہے ہندوستانیوں کی فطرت نہیں ہے بلکہ ایک سکھایا ہوا سبق ہے جو فراموش بھی ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ تعلیم گاہیں جہاں یہ سبق سب سے پہلے پڑھایا گیا تھا اپنی اصلاح کیلئے آمادہ ہوں اور کم از کم غلط تاریخوں کی تصحیح کرلیں۔

کوئی شک نہیں کہ گلشنِ وطن کو فرقہ واریت کے کانٹوں سے صاف کرکے انسانی بھائی چارہ کی ہموار سطح تیار کرنا تمام اہلِ وطن کا مشترک فرض ہے، مگر یہ مشترک فرض مسلمان کا مخصوص فرض ہوجاتا ہے کیونکہ محض باشندۂ ملک کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس حیثیت سے بھی کہ وہ اس ذات اقدس کا دامن سنبھالے ہوئے ہے جو کو مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے تمام جہانوں کے واسطے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا ایک مسلمان پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اُن اصلاحات کا علم بردار ہو۔

محترم سامعین کرام! کسی مسلمان کیلئے اس میں شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہیں کہ " اسلام کا مستقبل روشن ہے" کیونکہ اسلام کسی خاص قوم کا کلچر نہیں بلکہ وہ ایسے ہمہ گیر اصول کا نام ہے، جن کو فطرتِ

سلیم اُس وقت سے تسلیم کئے ہوئے ہے جب سے انسان نے خداشناسی اور معرفتِ الٰہی کو نصب العین اور دینداری و مذہبیت کو وظیفۂ عمل بنایا۔ ان الــدّین عند اللّٰہ الاسلام۔

موجودہ دنیا لفظ اسلام سے خواہ کتنا ہی گریز کرے مگر اسلام کے اصول و نظریات غیر شعوری طور پر اختیار کرتی جا رہی ہے اور جیسے فلسفہ اور سائنس کی موشگافیاں حقیقت سے قریب ہوتی جائیں گی اِن اصول کی صداقت وحقانیت نکھرتی جائے گی اور حقیقت پسند انسانوں کی گردنیں اس کے تسلیم کرنے کیلئے جھکتی جائیں گی، ان اصولوں کو منوانے کیلئے نہ کبھی قوت و حشمت اور تیغ و سنان کی ضرورت پڑی نہ آج ضرورت ہے، نور کو نور اور روشنی کو روشنی تسلیم کرنے کیلئے صرف چشم بینا کی ضرورت ہے، اور اتنا انصاف درکار ہے جو روز روشن کو شب تار کہنے کی اجازت نہ دے سکے، البتہ ایک بات یاد رہے کہ اسلام کا مستقبل اگر روشن ہے تو یہ ضروری نہیں کہ ہم جیسے بدنام کنندگانِ اسلام کا مستقبل بھی روشن ہو، ہم اگر اپنا مستقبل روشن بنانا چاہتے ہیں تو شرط یہ ہے کہ اسلام کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وابستہ ہوں، داعیٔ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ رحمت کو زیادہ مضبوطی سے سنبھالیں "وانتم الاعلون اِن کنتم مومنین" (تم ہی سربلند ہو گے بشرطیکہ صاحبِ ایمان ہو)

یہود و نصاریٰ کو ان کے اس تصوّر نے برباد کیا کہ وہ خواہ کچھ ہوں، ان کے اخلاق و اطوار خواہ کیسے ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور اس کے لڑکے بالے ہیں نَحنُ اَبنٰٓءُ اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ۔۔ مگر کتاب اللہ نے بلا کسی لاگ لپیٹ کے نہایت صفائی سے اعلان فرمایا بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّاَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْٓئَتُہٗ فَاُولٰٓئِکَ

اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ (کیوں نہیں، جو برائی کا مرتکب ہو اور اس کے گناہ اس کو گھیر لیں تو وہ دوزخ والے ہیں، ہمیشہ اسی آگ میں رہیں گے) یعنی رنگ ونسل، قبیلہ اور خاندان کا کوئی امتیاز نہیں، امتیاز اخلاق وکردار کا ہے، اسلام کا جامہ پہن کر اگر ایمان واسلام کی حقیقت بھی اختیار کرتے ہو تو بیشک سربلندی تمہارا حصہ ہے، ورنہ اللہ کو اپنے دین حق کے لئے تمہاری حاجت نہیں، اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ (اگر تم نے منھ موڑا تو اللہ تعالیٰ تمہارے سوا کوئی دوسری قوم بدل دیگا، پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے) حفاظتِ اسلام کے نعرے بہت کچھ بلند کئے جاتے ہیں مگر اس کے عملی پہلو سے ہم خود گریزاں رہتے ہیں، اسلام کوئی مجسمہ نہیں جسکی حفاظت کیلئے لاؤ لشکر کی ضرورت ہو، آپ اپنے اندر اسلام کو سمو لیجئے آپ بھی محفوظ ہو جائیں گے اور اسلام بھی محفوظ ہو جائے گا، عمل سے گریز اور زبان پر دعوے معاذ اللہ، كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔۔۔

محترم سامعین! شمع جہاں بھی ہو پروانے خود بخود قربان ہونے کیلئے دوڑتے ہیں، نہ لالچ دلانے کی ضرورت ہوتی ہے، نہ ڈرانے دھمکانے کی، صرف فطرت کی سلامتی درکار ہوتی ہے اور یہ کہ نور شمع بے حجاب ہو، بدقسمتی سے آج ہمارے اعمال واخلاق شمع اسلام کے لئے حجاب بنے ہوئے ہیں، ہم اپنے اعمال واخلاق کو نور ایمان کا آئینہ دار بنالیں پروانے خود بخود لپکیں گے۔

آج اسی مقصد کے لئے ہندوستان کی ملتِ اسلامیہ "آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ" کے اسٹیج پر متحد ہوئی ہے

اور دین وملّت کے قائدین و رہنماؤں کا یہ کارواں زین البلاد احمدآباد میں وارد ہوا ہے، مسلمانانِ گجرات واحمدآباد اپنے ان اکابرین کو خوش آمدید کہتے ہوئے فخر و مسرّت محسوس کرتے ہیں، ہم اس اجتماع کو جس نے امّت مسلمہ میں اتحاد کی ایک لہر پھونک دی ہے، امّت کے لئے فالِ نیک سمجھتے ہیں۔

گذشتہ دنوں ہندوستان کی عدالتِ عالیہ نے یونیفارم سِول کوڈ کے نفاذ کے لئے حکومتِ وقت کو اُبھار کر پھر سے اس مسئلہ کو ہوادی ہے۔۔

اس وقت اوّلین فرصت میں یہ ضروری ہے کہ اس ملک میں بسنے والے تمام مسلمان عزم مصمّم کرلیں کہ ہم اِن حالات کا مقابلہ کریں گے اس کے لئے آپسی اختلافات کو پسِ پشت ڈال کر متفق و متحد ہوکر بورڈ کے پلیٹ فارم سے جمہوری طریقے اپنا کر اس کا مقابلہ کریں، یہ ضروری ہے۔ ہم جلسے، جلوس اور نعرہ بازی کو کافی سمجھ رہے ہیں اور ایسا سمجھ رہے ہیں کہ بڑے بڑے اجلاسات میں حکومت کے خلاف اپنے جذبات کے جوشیلے اظہار سے مسائل حل ہوجائیں گے اور ہم مذہب کی حفاظت کے بار سے سبکدوش ہوجائیں گے۔ یہ اندازِ فکر غیر مفید ہونے کے ساتھ ساتھ ملّی وجود کیلئے بھی مہلک ہے۔ اہم بات تو یہ ہے کہ ہم پیچیدہ مسائل کے بارے میں جلد بازی کے عادی ہو چکے ہیں، کسی بھی مسئلہ کی بنیاد کیا ہے؟ وہ کون سی کمی ہے جہاں سے یہ اُبھرا ہے اس کی تحقیق اور پھر اس کے ازالہ کی تدبیر کی طرف ہم بہت کم توجہ کرتے ہیں۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ قوموں کا عروج و زوال ان کے اپنے حالات پر موقوف ہے، کوئی بھی حکومت کسی قوم کو ہلاک نہیں کرسکتی جبتک کہ

خود اس نے اپنی تباہی کا سامان مہیّا نہ کیا ہو۔

بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ہم اپنی زندگیوں پر نظر نہیں کر رہے ہیں کہ ہم روزانہ کتنے اسلامی اصول توڑ رہے ہیں ؟ ہم خود کو اور معاشرہ کو کتنا بگاڑ رہے ہیں ؟ ہم میں قدم قدم پر خرابیاں موجود ہیں ، ضرورت تھی کہ ہم دوسروں کو کچھ کہنے کے بجائے اپنے گھر کی خبر لیتے ، اپنی اصلاح کرتے ، معاشرہ کو صحیح لائن پر لانے کی سعی کرتے اور جو لوگ ہمارے دین ومذہب میں دخل اندازی کر رہے ہیں ان کے ساتھ پورے یقین اور بھر پور اعتماد کے ساتھ گفتگو کرتے ، ہم اپنے اعلیٰ اخلاق اور اسلامی معاشرہ کی قوتِ عمل سے ان کا منھ بند کر دیتے ، آج ملّتِ اسلامیہ پرسنل لا کی نسبت سے پیدا شدہ بیداری سے فائدہ اٹھا کر اصلاح معاشرہ کی تحریک شروع کر دے اس جوش کا رُخ منفی سمت سے ہٹا کر مثبت سمت کی طرف کردیں اور شہر شہر ، قریہ قریہ ، محلّہ محلّہ ہر مسلم گھرانے میں اسلامی تعلیمات صحیح انداز میں پیش کی جائیں اور اسلام کی خوبیوں کو اُجاگر کیا جائے اور ہر فرد کو آمادہ کیا جائے کہ آج ہی سے وہ اپنی پوری زندگی اسلامی ہدایت کے مطابق گذارے گا ، اگر ہم نے یہ کرلیا تو مجھے یقین ہے کہ آج جو لوگ اسلام اور قرآن کے دشمن ہیں ، کل وہ اسلام کو اپنانے پر مجبور ہوں گے ۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارا محافظ صرف اللہ تعالیٰ ہے اسی کے ہاتھ میں عزّت وذلّت ہے ، محدود وقت کیلئے کرسیٔ اقتدار پر قابض لوگوں کے سامنے اپنے مسائل پیش کر کے ہم کسی حال میں مطمئن نہیں ہو سکتے ۔ بالفرض اگر وہ ہم سے خوش بھی ہو گئے اور ہمارے مطالبات منظور بھی کر لئے لیکن ہم اپنے معاشرہ کو اسلامی سانچہ میں نہ ڈھال سکے تو کیا ہمیں ملا ہوا اقتدار کا یہ سہارا ہمارے لئے کار آمد

ہوگا؟ اورکیا اللہ تعالیٰ اوراس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہم پر ڈالا گیا فریضہ ختم ہوجائے گا؟ ظاہر ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے، تو ہم اپنی تمام توانائیاں حکومت سے ٹکر لینے میں کیوں صرف کریں؟ حکومت کو اپنے نظریہ سے آگاہ کردینے کے بعد ہمیں اپنا رُخ اپنے بھائیوں کی اصلاح کی طرف کیوں نہیں موڑنا چاہئے؟ اگر ہم نے خود شریعت کی حفاظت نہ کی، اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کا خود فکر نہ کیا تو غیروں سے شریعت و عزت کی حفاظت کا مطالبہ کیوں؟

آخر میں مکرر ہدیۂ تشکر و امتنان خدماتِ عالیہ میں پیش کرتا ہوں کہ آپ نے قدم رنجہ فرماکر ہماری عزت افزائی فرمائی اور ہمیں خدمت کا موقع دیا، اس سلسلہ میں اگر کوتاہی بھی ہوجائے تو درگذر کا معاملہ فرمائیں۔ ساتھ ہی شہر احمدآباد کی مختلف برادریوں، مختلف تنظیموں کے خصوصاً اور مسلمانانِ گجرات کے عموماً، ہم شکر گذار ہیں جنھوں نے دامے، درمے، قدمے، سخنے اس اجلاس کو ہر پہلو سے کامیاب بنانے میں اپنا ممکنہ اور پُرخلوص تعاون دیا۔
فجزاھم اللہ تعالیٰ خیرًا۔۔۔

ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہیں کہ وہ تحفظ شریعت کی اس مقدس تحریک کو نظر بد سے بچاکر اس اجلاس کو ہر پہلو سے کامیاب بنائے (آمین یا ربّ العالمین) وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد النبی الامین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین